شہر خموشاں

از : مسعود الرحمان بن نقیب فیصل آباد

١٠ محرم کو تقریباً صبح ساڑھے نو بجے محترم محمد رمضان یوسف سلفی اس وقت رونق افروز ہوئے کہ جب میں والد محترم کے کلینک میں بیٹھا "اخبار نوشی" میں محو تھا۔ آتے ہی انہوں نے چپکے سے کہا کہ آج قبرستان چلنا ہے۔۔۔۔۔۔ میں نے استفسار کیا تو کہنے لگے " رپورٹنگ کیلئے"۔ سر میں درد کے باعث طبیعت مائل بہ سفر نہ تھی۔ لیکن ان کا اصرار "پر شباب" تھا۔ سو رضامند ہونا پڑا۔ ہمارے ہاں تقریباً آدھ میل کے فاصلے پر ایک بہت پرانا قبرستان واقع ہے۔ ہمارا ہدف یہی قبرستان تھا۔ راستے میں مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی اور ازراہ مزاح چست فقرات کا تبادلہ بھی ہوتا رہا۔ قبرستان کے قریب پہنچے تو لوگوں کو جوق در جوق آتے اور جاتے پایا۔ میں نے سلفی صاحب اور انہوں نے میری طرف دیکھا اور ہم دونوں ہی مسکرا دیئے۔۔۔۔۔۔ سر راہ ایسے منچلے نوجوان بھی دیکھے کہ جن کے اطوار سے مرحومین کے لئے ان کا "خلوص" واضح طور پر مترشح تھا۔ ہر ایک کے لبوں پر شوخ مسکراہٹ تھی۔ قہقہوں کا سنگم اور موسم کا دیوانہ پن عروج پر تھا اور اس ہوشربا طلسم میں سلفی صاحب میرا ہاتھ پکڑے قبرستان کی طرف بڑھے جا رہے تھے۔ جیسے ہی ہم قبرستان میں داخل ہوئے تو میرے ایک پرانے کلاس فیلو گلے آ لگے۔ میں نے ان کی آنکھوں میں مچلتی حیرت کو صاف محسوس کیا کیونکہ وہ میری مسلکی حیثیت سے آگاہ تھے اور شاید وہ سوچ بھی رہے ہوں کہ جب ان کے ہاں "مر گئے مردود، نہ فاتحہ نہ درود" جیسی روایت ازل سے قائم ہے تو پھر آج یہ حضرت قبرستان میں کیوں سرگرداں ہیں؟ لیکن اس سے پہلے کہ ان کے یہ خیالات الفاظ کا دامن پکڑتے میں خدا حافظ کہتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ مجھے عاشورہ کے موقع پر یوں قبرستان میں آنے کا کوئی تجربہ نہ تھا تاہم سلفی صاحب ہر سال یہاں آکر "دین محمدی" کا خوب خوب مشاہدہ کرتے رہتے تھے اسی لئے میں نے بلا حیل وحجت ساری قیادت انہیں سونپ دی کہ صاحب جہاں سے جی چاہے معائنہ شروع کر دیں۔ سلفی صاحب میرے آگے آگے چلنے لگے اور ساتھ ہی ہم نے دیکھا کہ کسی قبر کی مرمت کی جا رہی تھی تو کسی کی لپائی پر غور و خوض ہو رہا تھا، کوئی پانی لگا رہا تھا تو کوئی اگربتیوں کے انتظام میں مشغول تھا۔ چند "جوانان رعنا" بڑھ چڑھ کر خلوص کے تحت خواتین کی خدمت بھی فرما رہے تھے کوئی پانی چھڑک رہا تھا تو کوئی قبر کی مٹی درست کر رہا تھا، کوئی چاول بکھیر رہا تھا تو کوئی پھول سجا رہا تھا اسی اثنا میں کسی منچلے کی آواز گونجی "عاشق لوئے عاشق" میں نے سلفی صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ سلفی صاحب یہ واقعی کسی کا نام ہو سکتا ہے یا کہ اصطلاحی طور پر پکارا گیا ہے؟ وہ میری بات سن کر مسکرائے اور آگے بڑھ گئے۔ ابھی دو قدم ہی چلے ہوں گے کہ سلفی صاحب رک گئے میں نے سبب پوچھا تو کہنے لگے کسی نے آم کی گٹھلی کے ذریعے میرے ٹخنے کو تختہ مشق ستم بنایا ہے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا تو سب لوگ انجان بنے ہوئے لگے تاہم اپنے پیچھے قبر پر بیٹھی ایک مسلمان بچی کی نظروں میں جھانک کر جب میں سلفی صاحب کے بارلیش ہونے کا تجزیہ کیا تو مجھے کچھ کچھ بات سمجھ میں آئی لیکن میں نے مثبت پہلو کو ذہن میں جگہ دیتے ہوئے سلفی صاحب کو آگے بڑھا دیا جب ہم قبروں میں سے راستہ بناتے ہوئے گزرے تو مجھے بائیں طرف ایک قبر پر عمر رسیدہ بزرگ جوڑا دکھائی دیا۔ وہ دونوں نجانے کن اوراد میں گم تھے ۔۔۔۔۔۔ بہر طور میں انہیں دیکھتا جا رہا تھا۔۔۔۔۔۔ اچانک اس بزرگ نے سورج مکھی کی پتیوں پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور پھر انہیں کھا لیا میں نے دل میں سوچا کہ ۔۔۔۔۔۔ ایں چہ بوالعجبی است؟۔۔۔۔۔۔ میں نے سلفی صاحب کو بھی آگاہ

کیا تو کہنے لگے بھائی یہی کچھ تو دیکھنے آئے ہیں۔ جب ہم قبرستان کے عین مرکز میں پہنچے تو لگا کہ جیسے کسی مچھلی مارکیٹ میں آگئے ہیں۔ ہر طرف مخلوط آوازوں کا ایک عجیب امتزاج تھا۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بزعم خویش "فوت شدگان" کی خدمت میں محو تھے۔ اسی دوران ان چند نگاہوں کی آوارگی کا بھی مشاہدہ ہوا کہ جن کا محور وہ چہرے تھے کہ جنہیں چشم فلک سے بھی نہاں ہونا چاہیئے تھا۔ میں نے سلفی صاحب سے کہا کہ یار کہاں لے آئے ہو؟ وہ کہنے لگے بے شک اس سارے فساد کی جڑ یہ قبریں ہیں اگر یہ قبریں نہ ہوں تو یہ میلہ بھی ہرگز نہ سجے۔ اس لئے یہاں بھی کسی محمد بن عبدالوہابؒ کی ضرورت ہے کہ جو انہیں بلڈوز کرادے تاکہ ان خرافات سے جان چھوٹ سکے۔ ان کے یہ الفاظ سن کر میرے تصور میں اس عظیم انسان کی ساری سیرت گھوم گئی کہ جس نے توحید کی خاطر سارے جہان کی مخالفتیں مول لے لی تھیں۔ بے اختیار میرے منہ سے نکلا کہ ؎ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آگے چلے تو میں نے سلفی صاحب کے کان میں کہا کہ مبارک ہو ماشاء اللہ اب غذائی اجناس بھی رسم شرک میں پاؤں دھرنے لگی ہیں۔ انہوں نے میری طرف عجیب انداز میں دیکھا تو میں نے کہا کہ یہ پیچھے ایک قبر پر چاول اور مسور کی دال سے "یا اللہ، یا محمد، یا علی" لکھا ہوا ہے۔ میری اس بات پر وہ سر ہلا کر رہ گئے۔ اسی جگہ ایک حافظ صاحب کو بھی دیکھا کہ "جذب و مستی" کے عالم میں برلب قبر تلاوت قرآن پاک فرما رہے تھے۔ ساتھ ہی ایک طرف چند خواتین کچھ سپارے لئے براجمان تھیں۔ اور عجیب و غریب سا درود پڑھ رہی تھیں۔ میرے استفسار پر سلفی صاحب نے کہا کہ آج کل ایسے بے شمار درود چل نکلے ہیں جن میں درود تاج، درود ماہی، درود لکھی، درود ہزاری، اور درود کریما زیادہ مشہور ہیں۔ اسی جگہ محترم سلفی صاحب کے والد مرحوم کی قبر تھی سو یہاں ہم نے دعائے مغفرت کی، دعا کے بعد میں نے سلفی صاحب کے والد کی قبر کو دیکھتے ہوئے کہا کہ کوئی قبر لیپنے والا اس خستہ حال قبر پر بھی دست درازی کر گیا ہے۔ میری بات سن کر سلفی صاحب بے اختیار مسکرا اٹھے۔ آگے بڑھے تو دو شاندار قسم کی سنگ مرمر کی قبریں دیکھیں۔ بے شک ان کا حسن دلکش تھا۔ میں نے سلفی صاحب سے کہا کہ ان قبور نے تو مغلیہ دور کی باعث فخر "فن تعمیر" کو بھی ماند کر دیا ہے۔ دیکھیں تو کتنی عمدہ قسم کا پتھر استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن میں یہ بھی سوچنے لگا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم فرمایا تھا کہ جو بھی بالشت سے اونچی قبر ملے اسے برابر کر دو۔ تو پھر یہ خوبرو قبریں "چہ معنی دارد؟"۔۔۔۔۔۔ انہی سوچوں میں گم تھا کہ آگے سے موٹر سائیکل پر سوار ایک نو بیاہتا جوڑا دیکھا۔ خاتون برقع میں ملبوس تو تھیں لیکن نقاب ان کا چہرہ چھپانے سے عاجز تھا۔ بے شک یہاں وہی معاملہ تھا کہ جسے اکبر الہ آبادی نے یوں بیان کیا تھا کہ

؎ پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا　　کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

اسی جگہ ایک ٹرالی دیکھی جو "فی سبیل اللہ" مٹی باہم پہنچا رہی تھی۔ لوگ اس مٹی سے اپنی مرحومین کی قبور کو مزین کر رہے تھے۔ سلفی صاحب نے کہا کہ اس ٹرالی پر بھی کچھ ہو جائے لیکن اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا دو منچلے نوجوان موٹر سائیکل لئے قبرستان میں لہلاتے ہوئے نظر آئے۔ لگتا تھا جیسے وہ کسی تفریحی پارک میں آئے ہوئے ہیں۔ ان کی جان لیوا اداؤں کو دیکھتے ہی سلفی صاحب گویا ہوئے کہ ؎ یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

اسی دوران وہ شہ سوار ہمارے قریب سے اتنی سرعت سے گزرنے کی سعی فرمانے لگے کہ وہاں بہتے پانی کی چھینٹیں ہوا میں بکھر گئیں۔ میں نے فوراً اپنے کپڑوں کا جائزہ لیا لیکن الحمدللہ یہ ابھی نماز کے قابل تھے۔ اب ہمارے سامنے قبرستان کا اختتام تھا۔ یہاں بڑا سا گیٹ تھا۔ کہ جس کے ذریعے ہمیں بے دخل ہونا تھا۔ لیکن سلفی صاحب نے ہجوم کے پیش نظر مشورہ دیا کہ بائیں طرف کو نکلنے والے رستے کی طرف ہو چلیں۔ اب کی بار میں آگے آگے تھا۔ جیسے ہی میں مڑا ۔۔۔۔ میں اچانک رک گیا اور میں نے کہا سلفی صاحب۔

؎ گر زندہ ہو تو جینے کی سزا دیتی ہے دنیا — مر جائے تو بڑھ جاتی ہے انسان کی قیمت

سلمی صاحب نے اس شعر کی شان نزول پوچھی تو میں نے کہا میرے آگے ایک بچہ پرات اٹھائے جا رہا تھا۔ جس میں فقط تربوز کے بیج رہ گئے تھے۔ گویا جہاں قبرستان میں بیٹھ کر انہوں نے خود بھی تربوز اڑایا ہو گا وہاں مردوں کو بھی شریک طعام ضرور کیا ہو گا۔ کیونکہ جب چاول اور دال قبروں پر سجائی جا سکتی ہے۔ تو پھر تربوز کا بھی قبر پر جلوہ افروز ہو جانا زیادہ بعید نہیں ہے۔ قبرستان کی حدود سے باہر شربت روح افزا کے ساتھ ان مجاہدین کی تواضع کی جا رہی تھی۔ کہ جو محاذ قبرستان سے واپس آرہے تھے۔ سلمی صاحب نے کہا۔ تمہارا کہنا واقعی درست ہے کیونکہ اگر عام حالات میں ان سے کہا جائے کہ بھائی ذرا ایک گلاس پانی دو تو یہ فوراً لال پیلے ہو جائیں گے لیکن آج دیکھو کہ کس لاڈ سے لہک لہک کر یہ جام ہائے مشروب مشرق لنڈھا رہے ہیں میں بھی اس خلوص پر زیر لب بڑبڑایا کہ کہیں

؎ ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

یہاں ہم نے یہ بات بھی خاص طور پر نوٹ کی کہ جن نوجوانوں کا اس میکدے پر تصرف تھا وہ عام لوگوں کو تو بڑے پھیکے سے انداز کے ساتھ پیش کر رہے تھے تاہم جب کوئی مسلمان خاتون ان سے پانی کا کہتی تو یہ اتنی مسرت اور خلوص کا مظاہرہ کرتے کہ گویا سبیل کا مقصد پورا ہو گیا ہو واپسی پر سلمی صاحب نے کہا کہ اس تمام داستان کی رپورٹ زبردست ہونا چاہیئے۔ میں نے تائید کی لیکن انہوں نے یہ ذمہ داری مجھ پر ڈال دی سو میں نے کہا کہ کیا اگر راستے میں واقع ایک اور چھوٹے سے قبرستان پر بھی نظر کرم ہو جائے۔ تو کیا ہے؟ یہاں آئے تو وہی مناظر تھے تاہم اس قبرستان والوں میں فیشن کا رجحان زیادہ تھا۔ میں نے ایک قبر پر دیکھا کہ ایک خوبرو میک اپ سجائے نوجوانوں کے دلوں سے کھیلتی کولہز لئے غالباً کوئی عہد نامہ پڑھ رہی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ یہ "قدیم" تھا یا "جدید"؟ میں نے سلمی صاحب سے کہا اس طرف دیکھئے لگتا ہے مردہ حشر کا انتظار کرے یا دم لیں گی۔ باتیں کرتے کرتے اچانک میں چونک کر ایک طرف مسلسل دیکھنے لگا۔ سلمی صاحب نے مجھے جھنجوڑا تو میں نے کہا کہ سلمی صاحب گھبرائیے نہیں ؎ ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں

میں دراصل قبرستان کی زیارت کے متعلق حضور ﷺ کے اجازت نامے کی اصل روح اور مقصدیت پر غور کر رہا تھا، کہ جس کے تحت موت کو یاد رکھنے کا کہا گیا تھا لیکن یہاں تو ہر چیز کا ہی گلہ گھونٹ دیا گیا تھا سلمی صاحب نے استفسار کیا تو میں نے ان کی توجہ اس طرف مبذول کروائی کہ جہاں ایک مسلمان لڑکی جدید دور کے فیشن کی کی نمائندگی اس طریقے سے کرتی ہوئی چلی جا رہی تھی کہ اس کی شلوار ٹخنوں سے اوپر تھی یا پائنچے بے حد کھلے تھے۔ اسی موقع پر میں اپنا ہی شعر گنگنا اٹھا جو ایسے ہی فیشن سے متاثر ہو کر لکھا گیا تھا کہ

؎ ہم نے ان سے کہا نہ غرائیں — اس طریقے سے تو نہ وہابی بنیں

کیونکہ اگر ان سے کہا جائے کہ ایسی خصلتیں چھوڑ دو تو ہم پر "وہابی" ہونے کا فتویٰ جڑ دیں گی۔ لیکن فیشن کی عجیب کرشمہ سازی ہے کہ "وہابیوں" کا یہ طرز عمل آجکل ہر لڑکی کا اولین انتخاب ہے۔ ٹخنے ننگے رکھنے کا حکم تو مردوں کو دیا گیا ہے۔ مگر یہاں کا تو دستور ہی نرالا ہے۔

خیر دل بے حد دکھا اور یہی سوچتے سوچتے گھر آگئے کہ خدایا یہ کونسا دین ہے۔ یہ کس نبی ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے۔ اور حضرت حسینؓ کی شہادت کا یہ کون سا مفہوم ہے؟ ظفر علی خان نے تو کہا تھا کہ ـــ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد۔ لیکن یہاں ہر محرم میں اسلام مردہ ہو رہا ہے۔ اے کاش کہ امت محمدیہ حقیقت جان سکے اور پہچان سکے کہ وہ کس گمراہی میں دھنسی ہوئی ہے۔ افسوس کہ!

؎ مسلماں میں لہو باقی نہیں ہے — وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ باقی نہیں ہے — یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے (اقبال)